کتاب نما

کشمیر میں تحریک مزاحمت، ڈاکٹر طاہر امین۔ مترجم: عبداللطیف الفت۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، مرکز ایف سیون، اسلام آباد۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت: درج نہیں [مع منتخب کتابیات: اردو، انگریزی]۔

اگرچہ ۱۹۴۷ سے ۱۹۴۹ تک، پھر ۱۹۶۵ میں اور اس کے بعد ۱۹۷۱ کے دوران مقبوضہ جموں و کشمیر میں حصول آزادی کے لیے مسلمانوں کی جہادی سرگرمیاں شروع ہو چکی تھیں مگر بعدازاں ان سرگرمیوں میں تسلسل اور تحرک قائم نہ رہا، البتہ اندر ہی اندر چنگاری سلگتی رہی۔ اب ۱۹۸۸ سے شروع ہونے والی تحریک حریت کشمیر نے عظمت جہاد، جاں بازی اور فدا کاری کی ایسی مثالیں قائم کی ہیں، جو تاریخ میں خال خال دکھائی دیتی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب کے مصنف پروفیسر طاہر امین ان دنوں کیمبرج یونی ورسٹی میں "اقبال چیر فار اسلامک اسٹڈیز" پر فائز ہیں۔ موصوف عالمی امور پر نظر رکھنے والے ایک ممتاز محقق اور بالغ نظر تجزیہ نگار ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے اختصار اور جامعیت کے ساتھ، موجودہ تحریک جہاد کشمیر کے آغاز، اس کے ارتقا، اور مستقبل کے امکانات پر بحث کی ہے۔

آج جب کہ امریکہ اور عالمی سطح پر اس کے حلیف طفیلی ادارے اہل کشمیر کی قسمت کو اپنی من مانی کی بھینٹ چڑھانے پر تلے دکھائی دیتے ہیں، زیر نظر کتاب میں اٹھائے گئے نکات گہرے غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ جن لوگوں کو حوادث زمانہ نے پاکستان کی قسمت کا امین بنا دیا ہے، انھیں چاہیے کہ وہ فائل بردار ملازمین اور قلم بکف کالم نگاروں کی اڑائی ہوئی گرد اور عالمی محوری قوتوں کے کھودے ہوئے گڑھے میں گرنے یا منزل کھوٹی کرنے سے اجتناب کریں۔

کشمیر کی تحریک جہاد سے قلبی وابستگی رکھنے کے باوجود مصنف کا رویہ غیر جذباتی، معروضی اور حقیقت پسندانہ ہے۔ مجاہدین کی قابل تحسین کارروائیوں پر داد دینے اور ان کی لذت ایمانی پر آش آش کر اٹھنے کے ساتھ ساتھ ان کا قلم خود احتسابی کے منصب سے غافل نہیں رہا۔ مثال کے طور پر وہ لکھتے ہیں: "کشمیریوں کی مسلح جدوجہد کی توانائی اور گیرائی میں ہی کشمیر کے مسئلے کا حل پوشیدہ ہے..... جہادی سرگرمیوں کا جائزہ لے کر ان کی قوت اور کمزوریوں کا ادراک حاصل کرنا نہایت ضروری ہے، تاکہ مسئلے کے حل کے امکانات کا جائزہ لیا جا سکے" (ص ۱۱۵-۱۱۶)--- ان کے باہمی اختلافات، سیاسی اور فوجی حکمت عملی میں باہمی رابطے کا

فقدان وہ اسباب ہیں' جن کی بنا پر وہ بھارت کو اس حد تک زچ نہیں کر سکے کہ صورت حال اس کے قابو سے نکل جائے۔ اگر تحریک مزاحمت ان کمزوریوں پر قابو پا لے تو اس میں اتنا دم خم ہے کہ وہ کشمیر میں بھارت کا موجود رہنا اس کے لیے ایک مہنگا سودا بنا دے۔ .... [اور وہ] .... کشمیری عوام سے ان کی مرضی کے مطابق بات چیت کرنے پر مجبور ہو جائے"۔ (ص ۹۷-۹۸)۔

اختلاف کے اس تذکرے کا ایک پہلو وہ یہ بیان کرتے ہیں: "کشمیری تحریک مزاحمت [میں] لبریشن فرنٹ اور اس کے ساتھ چند چھوٹی چھوٹی تنظیمیں یہ چاہتی ہیں کہ استصواب میں کشمیر کو آزاد رکھنے کا متبادل راستہ بھی موجود ہونا چاہیے۔ [جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ کی حلیف] حزب المجاہدین اور اس طرح کی تنظیمیں اس کے برعکس اقوام متحدہ کی قراردادوں پر جوں کا توں عمل چاہتی ہیں' تاکہ پاکستان کے ساتھ الحاق کی راہ ہموار ہو سکے..... ان متضاد نقطہ ہاے نظر نے باہمی متصادم حکمت عملی کی راہ ہموار کی ہے' جس کا بھارت پورا فائدہ اٹھا رہا ہے ..... [ان] مزاحمتی گروپوں کے درمیان اختلاف ان کی فوجی کامیابیوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے" (ص ۱۵۰-۱۵۱)۔

اسی طرح انھوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ: "بھارتی دعووں کے برعکس تحریک [جہاد کشمیر] کے ابھرنے کے سلسلے میں [حکومت] پاکستان کا عمل دخل محض سطحی ہے..... [اس حوالے سے] بھارتی خفیہ ایجنسیوں نے (حکومت) پاکستان کو ذرا زیادہ ہی خراج تحسین پیش کر دیا ہے..... حقیقت یہ ہے کہ [گذشتہ دس برسوں کے دوران] پاکستان کی مختلف حکومتیں کشمیری مزاحمت کی حمایت سے جھجکتی رہی ہیں۔ اس تحریک کو موثر حمایت ملی ہے تو وہ صرف پاکستانی عوام کی طرف سے ملی ہے۔ پاکستانی رائے عامہ نے ہی مختلف حکومتوں کو مجبور کیا کہ وہ کشمیر کے مسئلے پر کوئی سمجھوتہ نہ کریں" (ص ۱۸۲-۱۸۳)۔

کتاب کے پیش لفظ میں مدیر ترجمان القرآن پروفیسر خورشید احمد نے بجا طور پر لکھا ہے کہ: مصنف کا سرچشمہ ان کی گہری بصیرت ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے کرسی نشین اسکالروں' جذباتی طور پر غیر متعلق محققوں' نیز معمول کی کارروائی میں غرق بیورو کریٹس کی آرا کو نظرانداز کیا ہے۔ ان کی تحقیق کی بنیاد افغانستان اور کشمیر کے حالات کے گہرے شعور' بھارت کے موقف کے مختلف پہلوؤں کے محتاط نفسیاتی تجزیے اور تحریک مزاحمت کے جذبوں سے ہمدردانہ ہم آہنگی پر رکھی گئی ہے" (ص ۱۴)۔

اصل کتاب انگریزی میں ہے۔ جناب عبداللطیف الفت نے بڑی محنت سے رواں دواں ترجمہ کر کے کتاب کی ابلاغی سطح کو موثر انداز میں نمایاں کیا ہے (سلیم منصور خالد)۔